تقلیدِ عُرفی کی شرعی حیثیت

مفتی محمد نظام الدین رضوی

زیر نظر مضمون میں درج ذیل دو سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے ضمناً تقلید سے متعلق بہت سی مفید باتیں بھی آ گئی ہیں۔

(۱) تقلید کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) آج کون کون مجتہد قابلِ تقلید ہیں؟

لغت میں تقلید کا معنی ہے "گلے میں قلادہ ڈالنا، ہار پہنانا۔" آدمی جس کی پیروی کرتا ہے اس کے گلے میں گویا امامت کی عظمت کا ہار ڈال دیتا ہے، یا خود اپنے گلے میں اس کے قول و فعل کے اتباع کا قلادہ ڈال لیتا ہے اور عرف ناس میں تقلید یہ ہے کہ جو شخص کسی فن کا ماہر اور اسپیشلسٹ ہو، اس کی بات کو اس کی دلیل پر آگاہی کے بغیر صرف اس بنا پر تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے ساتھ یہ حسنِ ظن و حسنِ اعتقاد ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے دلائلِ فن کی مضبوط بنیادوں اور نیک نیتی پر قائم ہونے کی وجہ سے صحیح و راجح ہوتا ہے۔ قمر الاقمار، بحث تقلید اور شرح مختصر المنار میں ہے:

"التقليد اتباع الرجل غيره فيما سمعه يقول او في فعله على زعم انه محقق بلا نظر في الدليل فكأن المقلد جعل قول الغير وفعله قلادة في عنقه۔" (حاشیہ حسامی: ۸۶، قمر الاقمار، حاشیہ نور الانوار: ۲۱۶)

"تقلید یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع اس ظن کی بناء پر کرے کہ وہ محقق ہے اور اس کی دلیل پر اس کی نظر نہ ہو، گویا مقلد نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا قلادہ بنا دیا۔"

جیسے ماہر طبیب یا اسپیشلسٹ ڈاکٹر غور و خوض اور تحقیق کے بعد جب مرض کی تشخیص اور اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہر طبقے کا انسان یہی حسنِ ظن رکھتا ہے کہ اس کی تشخیص اور تجویز صحیح ہے اور اس سے کوئی دلیل طلب کئے بغیر اس کے مطابق علاج شروع کر دیتا ہے اور

شفایاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایک عام آدمی کا اس سے اس کی تشخیص وتجویز پر دلیل مانگنا حماقت تصور کیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑی حماقت یہ ہوگی کہ کوئی انگریزی داں دواؤں کے نام اور کام پڑھ کر خود سے ہی اپنے اور دوسروں کے پیچیدہ امراض کا علاج شروع کردے۔ بلکہ یہ قانوناً جرم بھی ہے۔

یا جیسے کسی ماہر حساب داں کا تحقیق کے ساتھ تیار کیا ہوا حساب یا کسی ماہر لسان کا اپنی زبان کے الفاظ کی تشریح یا کسی ماہر صرف ونحو کا کسی جملے یا صیغے کی ترکیب وتعلیل پر اسی حسنِ ظن کی بنیاد پر اعتماد کیا جاتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ تقلید زندگی کے ہر شعبے اور انسانوں کے ہر طبقے میں پائی جاتی ہے، جس کا انکار محض مکابرہ وہٹ دھرمی ہے..... خود دینیات کے باب میں بھی کثیر امور میں تقلید کا رواج عمومی طور پر پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ علمِ حدیث میں خود آج کل کے مدعیان حدیث بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ محدثین کرام اور ائمہ ناقدین حدیث نے اپنی تحقیق کی بنا پر احادیث نبویہ کے مختلف مدارج، مقبول، صحیح، متابع، شاہد، محکم، مختلف الحدیث، ناسخ، منسوخ، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس، مضطرب، مصحف، محرف، معنعن وغیرہا۔ مقرر کئے، جنہیں سب بے چون وچرا تسلیم کرتے ہیں، پھر ان مدارج کے مطابق ائمۂ حدیث احادیث شریفہ پر صحیح، حسن، ضعیف، معروف، منکر وغیرہا کا حکم بھی صادر فرماتے ہیں اور امت ان کی تحقیق اور حکم پر اعتماد کر کے ان کے بیان کردہ مدارج پر حدیث کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ یہ حسنِ ظن رکھتی ہے کہ انھوں نے پوری تحقیق کے بعد ہی ایسا کیا ہے اور آج کے عمل بالحدیث کے نام نہاد دعوے دار بھی کتاب وسنت سے اس کی دلیل طلب کئے بغیر اسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سب تقلید ہی تو ہے۔

رجالِ حدیث پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان میں رواۃ کے تعلق سے جو کچھ بھی جرح وقدح کی گئی ہے اور اصولِ حدیث کی کتابوں میں ثقات اور ضعفا کی معرفت کے لئے جو مراتب جرح وتعدیل نیز احکام جرح وتعدیل بیان کئے گئے ہیں سب ان کو بے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی بلاشبہ تقلید ہی ہے۔

تقلید فقہی:

اسی تقلید کی ایک خاص قسم ہے تقلید فقہی، یعنی فقہ کے فروعی غیر منصوص مسائل میں کسی کی تقلید۔ یہ تقلید دو طرح کی ہوسکتی ہے (۱) حقیقی (۲) عرفی۔

☆ بیع منابذہ یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کی طرف پھینک دے ☆

تقلید حقیقی:

یہ ہے کہ کسی انسان کے قول کی پیروی صرف اس بنا پر کی جائے کی یہ اس کا قول ہے اور اس کے پس پشت حقیقت میں کوئی دلیل شرعی نہ ہو جیسے افعالِ کفر و شرک میں پہلے کے کفار و مشرکین کی پیروی کہ یہ کھلے طور پر بے دلیل ہے، بلکہ اس کے بطلان پر کتاب و سنت کے دلائل قائم ہیں۔ عرفِ عام میں اس کا نام "اندھی تقلید" ہے، کیونکہ کہ جیسے اندھا اندھے کے پیچھے چلتا ہے اور دونوں میں کسی کے پاس نور نہیں ہوتا اسی طرح تقلید حقیقی میں بھی کسی کے پاس نورِ دلیل نہیں ہوتا۔ ایک مخصوص فرقہ کے لوگوں نے تقلید کے شرک ہونے پر کتاب و سنت سے جو نصوص پیش کئے ہیں وہ سب اسی تقلید حقیقی سے متعلق ہیں اور انھوں نے یہ سارے نصوص اپنے ائمہ کی پیروی میں اہلِ حق پر چسپاں کئے ہیں، یہ بھی تقلید حقیقی ہے جو باطل ہے۔ اب خواہ وہ اپنے بطلان کی شناخت کے لحاظ سے صرف حرام ہو یا کفر وارتداد بھی۔

تقلید عرفی:

یہ ہے کہ مجتہد مطلق (جسے مجتہد فی الشرع بھی کہتے ہیں) کی پیروی فروعی امور میں اس بنا پر کی جائے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ہم عنقریب کتاب و سنت کے کچھ نصوص انشاء اللہ العلیم الخبیر پیش کریں گے۔

تو اس طرح حقیقت میں یہ کتاب و سنت کی پیروی ہوگی اور اس پر تقلید کا اطلاق ایک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے محض عرفاً ہوگا۔ بہ لفظ دیگر یہ فی الواقع اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات وفرمودات کی اطاعت و اتباع ہے جسے ہمارے عرف میں مجازاً تقلید کہا جاتا ہے۔ اس کو حرام یا شرک کہنا کتابِ وسنت کے مقابل ایک نیا فرمان جاری کرنا ہے، جو وہابیہ کے ہی شایانِ شان ہے۔

تقلید کن امور میں کی جاتی ہے:

امورِ دینیہ کئی طرح کے ہیں:

(۱) وہ امور جن کا تعلق اصولِ دین وعقائدِ اسلام سے ہے، یہ قرآن وحدیث کے نصوص صریحہ اور

دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ ایک ہے، سمیع وبصیر، علیم وخبیر ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آخری نبی ہیں، قرآنِ مقدس اللہ کا کلام ہے۔

(۲) وہ احکام وشرائع جو کتاب وسنت کے صریح نصوص سے ثابت ہوں اور اجتہاد وقیاس پر ان کی بنیاد نہ ہو، جیسے نمازِ پنج گانہ، جمعہ وروز رمضان وحج کی فرضیت۔

(۳) وہ احکام جو اجماعِ امت سے ثابت ہوں کہ اجماع کی طرف رجوع عرفاً تقلید نہیں ہے۔

(۴) وہ احکام جو کتاب وسنت کے نصوص سے اجتہاد واستنباط کے ذریعہ نکالے جائیں، جیسے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت، وضو کے لئے ہاتھوں کی کہنیوں اور پاؤں کے ٹخنوں کو دھونا، طلاق والی عورت کی عدت تین حیض ہونا، چھ اموال کے سوا میں عقودِ معاوضہ میں سود کا تحقق، سفر میں جمع بین الصلوٰتین اور اس طرح کے کثیر مسائل۔

تقلید صرف آخری نوع کے مسائل میں کی جاتی ہے، باقی امور دائرۂ تقلید سے باہر ہیں۔ ہر شخص بلکہ ہر عالم، کتاب وسنت کے بحرِ معانی کی گہرائیوں میں پہنچ کر احکامِ شرعیہ کے گوہر تلاش کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ پھر تلاش وجستجو میں سیپ اور موتی میں امتیاز نہیں کر سکتا، اس لئے آخری نوع کے احکام وشرائع میں فقہائے مجتہدین کی تقلید لازمی وضروری ہوئی۔ اب اس کے دلائل کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ سے مختصراً پیش کرتے ہیں۔

تقلید عرفی کے وجوب کے دلائل:

کتاب اللہ کی آیات اور احادیث نبویہ سے تقلید عرفی کا وجوب کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

"وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ○"

(التوبۃ: ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

☆ بیع سلم: قیمت پہلے ادا کرنا اور بیع بعد میں مقررہ مدت پر وصول کرنا ☆

اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں پر فقہ سیکھنا فرض فرمایا۔

(ب) اور عام مسلمانوں کو اس سے معاف فرمایا مگر انہیں مہمل اور آزاد بھی نہ رکھا کہ یہ سب کے سب مکلف ہیں اوران پر احکامِ الٰہیہ کا امتثال فرض ہے۔

(ج) اس لئے فقہاء پر لازم فرمایا کہ وہ عام مسلمانوں کو ڈرائیں اور فقہی احکام بتائیں اور عام مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ وہ فقہاء کی بات پر عمل کریں اور یہی تقلید ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جب احکامِ الٰہیہ ہر عام وعامی پر ہیں، آزاد کوئی نہ چھوڑا گیا اور فقہ سیکھنے کو صاف فرما دیا کہ سب سے نہیں ہوسکتا، ہر گروہ سے بعض خاص سیکھیں اوراپنی قوم کو احکام بتائیں کہ وہ مخالف حکم سے بچیں تو صاف صاف عام لوگوں کو ان فقیہوں کی بات پر چلنے کا حکم ہوا اور اسی کا نام تقلید ہے، جس کی فرضیت قرآن عظیم کی نص قطعی سے ثابت ہوئی۔'' (حاشیہ اطائبِ الصیب: ۲۰)

اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے احکام ہیں جن کا علم ابتداء بغیر تصریح شارع یا اجتہاد مجتہد کے حاصل نہیں ہوتا اور آدمی حلال وحرام اور جائز و واجب دین کے جتنے احکام ان پر ہیں سب کے عالم نہیں، نصوصِ شریعت کے معانی کا سب کو احاطہ نہیں، منصوص سے مسکوت کا حکم پیدا کرنے پر سب کو قدرت نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو نہ علم ہے، نہ بصیرت، نہ اجتہاد کی قدرت، کیا وہ شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیئے گئے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں، تو پھر ان کے لئے احکام الٰہی جاننے کی کیا سبیل ہے، آیا یہ کہ خود دیکھیں حالانکہ وہ نگاہ نہیں رکھتے، اجتہاد کریں حالانکہ قدرت نہیں رکھتے، یا یہ کہ ہدایت و ارشاد والے علماء کی طرف رجوع کریں۔ امورِ دین میں ان پر اعتماد کریں، جو وہ فرمائیں مطیع ہو کر اس پر کاربند رہیں، یہی حق ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔ قرآنِ حکیم کی درج بالا آیت کریمہ میں اسی پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔

(ماخوذ از طائب الصیب، ص ۲۰۔۲۱ مشمولہ رسائل رضویہ)

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

''فَسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ '' (۷، الانبیاء: ۲۱)

☆ بیع تولیہ: وہ بیع جو صرف ثمن اول کے ساتھ ہو ☆

''تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الا سئلوا اذا لم یعلموا فانہ ' شفاء العی السؤال۔'' (ابوداؤد شریف، ص ۶۵، ج ۱، بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)

''کیوں نہ پوچھا جب معلوم نہیں تھا کہ مرضِ جہل کی شفاء تو بس سوال ہی ہے۔''

ان نصوص میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو بات تمہیں معلوم نہ ہو وہ علماء سے پوچھ لو تا کہ اس کے مطابق عمل کرو اور علماء سے مسئلہ پوچھ کر اس کے مطابق عمل کرنا عرفاً تقلید کہلاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان بالبداہت جانتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے اس پر کچھ فرض ہیں، کچھ حرام، کچھ حدیں ہیں، کچھ احکام اور ان میں جو جاہل ہے وہ اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ جاہل ہے اور یہ کہ جب تک اسے بتایا نہ جائے خود جان لینے سے عاجز ہے اور خوب جانتا ہے کہ بے عمل کے لئے چھٹکارا نہیں اور بے علم عمل کا یارا نہیں اور بے سیکھے علم نہ آئے گا تو بداہتۃً اس کے ذہن میں خود آ جائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم ہے جو مسئلہ بتا کر ہدایت فرمائے اور بے شک یہ زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک برابر فرضیت نماز و دیگر فرائض کی طرح متواتر ہے بلکہ وہ انسان کی جبلی بات ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر۔ لہٰذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھئے گا کہ اپنے یہاں کے اہلِ علم و دانش کے پاس آتے اور جنہیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرضِ جہل کی دوا پوچھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ یقیناً اپنے دل سے جان رہے ہیں کہ ہم اسی طور پر اپنے فرض سے ادا ہوں گے اور بلاشبہ یہ تقلید ہی سے ہے نہ کہ اجتہاد سے۔''

(اطائب الصیب مع تغییر یسیر، ص ۲۱۔۲۲)

غرض یہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور انسانوں کے تواتر سب سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو اُسے اہلِ علم سے معلوم کر کے عمل کیا جائے اور یہی تقلید ہے۔

(۳) نیز ارشادِ باری ہے:

''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' (۵۹، النساء ۴)

☆ بیع تولیہ: وہ بیع جو صرف ثمن اول کے ساتھ ہو ☆

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اپنے اولو الامر کا۔''

اس آیۂ کریمہ میں ''اولو الامر'' سے مراد فقہائے مجتہدین ہیں، جیسا کہ سید المفسرین حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

''قال علی بن ابی طلحة عن ابن عباس ''وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' یعنی اهل الفقه والدین وکذا قال مجاهد وعطا والحسن البصری وابو العالیه ''اولی الامر'' یعنی العلماء والظاهر واللہ اعلم. انها عامة فی کل اولی الامر من الامراء والعلماء کما تقدم. اه'' (ص ۵۱۸، ج ۱)

''علی ابن ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہاء وائمہ دین ہیں، یوں ہی مجاہد، عطا، حسن بصری اور ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ اولو الامر سے مراد علماء ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ کلمہ تمام اصحابِ امراء وعلماء کو عام ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا۔

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں بھی اولو الامر سے مراد اہل فقہ کو ہی بتایا گیا ہے۔ امراء کی اطاعت امورِ شرعیہ میں ماتحتوں پر واجب ہے اور خود امراء پر فقہاء کی اطاعت واجب ہے تو فقہاء ان کے لئے بھی اولو الامر ہوئے۔

حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی: ''**اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل**۔'' اے اللہ! انہیں دین کا فقیہ بنا اور تفسیر قرآن کا علم عطا فرما۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں پر اللہ کی اطاعت بھی واجب ہے اور رسول کی اطاعت بھی واجب ہے اور فقہاء کی اطاعت بھی واجب ہے، جو احکام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صراحۃً ثابت نہ ہوں بلکہ انہیں فقہائے دین نے کتاب وسنت کے نصوص سے اجتہاد کر کے نکالا ہو، انہیں میں ان کی تقلید واجب ہے، مگر یہ تقلید محض عرفاً ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کے حکم سے ان کی اطاعت کی جاتی ہے۔

(۴) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

''وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔'' (حاشیہ)

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

”اور اگر اس میں رسول اور اپنے اولو الامر کی طرف رجوع کرتے تو ضرور وہ لوگ اس کی حقیقت جان لیتے، جو ان میں سے استنباط کرتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ علم دو طرح کا ہے، ایک وہ جو بہ نص قرآن حاصل ہو اور دوسرا وہ جو قرآن وحدیث سے استنباط کے ذریعہ حاصل ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی امور میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں، بلکہ جو اہل ہو اسی کو استنباط کرنا چاہئے اور جو اس کا اہل نہ ہو اسے اہل کی طرف رجوع کرنا چاہئے، قرآنِ پاک اسی کا حکم دیتا ہے۔

یہ اور اسی نوع کی دوسری آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر شخص نصوصِ کتاب وسنت سے احکام اخذ کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس پر فقیہ مجتہد کی اطاعت اور اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ یہی وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر ائمہ مذاہب اربعہ کی تقلید کی جاتی ہے اور یہ فی الواقع ان آیاتِ قرآنیہ پر عمل اور اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔

دلائلِ شرعیہ دو طرح کے ہیں، اجمالیہ، تفصیلیہ۔ تفصیلی دلائل سے مراد جزئی دلائل ہوتے ہیں، ان میں ایک ایک حکم پر الگ الگ دلالت ہوتی ہے، جیسے چوتھائی سر کے مسح کے وجوب کی دلیل حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اجمالی دلائل سے مراد کلی دلائل ہوتے ہیں۔ یہ دلائل تنہا تنہا کثیر احکام پر ایک ساتھ دلالت کرتے ہیں جیسے: ”اطیعو اللہ“ حکم مانو اللہ کا۔ اور اللہ نے حکم دیا: ”واولی الامر منکم“ اور اور حکم مانو اپنے اولو الامر کا۔ دلائلِ تفصیلیہ کا علم مجتہد کو ہوتا ہے اور وہی اس کے جاننے کا مکلف ہے اور دلائلِ اجمالیہ کا علم مقلد کو بھی ہوتا ہے اور انہیں دلائل اجمالیہ کی بنیاد پر وہ اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔

یہاں سے یہ امر بھی عیاں ہو گیا کہ تقلید کی تعریف میں ”عمل بغیر دلیل“ کے لفظ سے فقہاء کی مراد دلیل تفصیلی ہوتی ہے۔ یعنی مجتہد کی دلیل جزئی تفصیلی کے علم کے بغیر وہ اس کے قول پر عمل کرے، یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اس کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں نہ تفصیلی، نہ اجمالی، کیوں کہ دلیلِ اجمالی بلکہ دلائلِ اجمالیہ کا علم اسے قطعاً ہوتا ہے، جن کے چند نمونے اوپر مذکور ہوئے۔

ہم یہاں اس حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، رسالہ اجلی الاعلام کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس کا تعلق مسلم الثبوت بحث تقلید کی ایک عبارت کی شرح سے ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

☆ بیع باطل: جو بیع نہ اصل کے اعتبار سے جائز ہو اور نہ ہی وصف کے اعتبار سے ☆

"(التقليد) الحقيقي هو (العمل بقول الغير من غير حجة) اصلا (كاخذ العامي) من مثله. وهذا بالاجماع اذ ليس قول العامي حجة اصلا لا لنفسه، ولا لغيره (و) كذا اخذ (المجتهد من مثله) على مذهب الجمهور من عدم جواز تقليد المجتهد مجتهدا اخر.

وذلك لانه لما كان قادرا على الاخذ عن الاصل فالحجة فى حقه هو الاصل وعدوله عنه الى ظن مثل عدول الى ما ليس حجة فى حقه فيكون تقليدا حقيقيا فالضمير فى مثله الى كل من العامي والمجتهد، لا الى المجتهد خاصة.

و اذا عرفت ان التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة راسا (فالرجوع الى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او إلى الاجماع) وان لم نعرف دليل ما قاله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او قاله اهل الاجماع تفصيلا (ليس منه) اى من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية لو اجمالا (وكذا) رجوع (العامي) هو من ليس مجتهدا (الى المفتى) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضى الى) الشهود (العدول) واخذهما بقولهم ليس من التقليد فى شيء لا نفس الرجوع ولا العمل بعده (لا يجاب النص ذلك الرجوع والعمل (عليهما) فيكون عملا بحجة ولو اجمالية كما عرفت. هذا هو حقيقة التقليد (لكن العرف مضى (على ان العامي مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي تقليدا له وان كان انما يرجع اليه لانه مامور شرعا بالرجوع اليه والاخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبقول اهل الاجماع لا يسميه العرف ايضا تقليدا" (ص۳۸۴، ج۱، رسالہ اجلی الاعلام)

"تقلیدِ حقیقی یہ ہے کہ غیر کے قول پر کسی بھی طرح کی دلیل کے بغیر عمل کیا جائے جیسے کوئی عامی اپنے جیسے عامی کی تقلید کرے، یہ تو بالاجماع تقلیدِ حقیقی ہے۔ کیونکہ عامی کا

قول اس کے لئے، یا کسی کے لئے بھی بالکل حجت نہیں، یوں ہی مجتہد کا اپنے جیسے کسی مجتہد کے قول کو اختیار کرنا بھی مذہب جمہور پر تقلید حقیقی ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں۔ کیونکہ جب وہ اصل کتاب وسنت سے اخذِ احکام پر قادر ہے تو اس کے حق میں حجت وہی اصل ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے کے اپنے ہی جیسے ظن کو اختیار کرنا اس کے لئے حجت نہیں ہے۔ اس لئے یہ تقلیدِ حقیقی ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلم الثبوت کے قول ''مثلہ'' میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع عامی بھی ہے اور مجتہد بھی۔ خاص مجتہد ہی اس کا مرجع نہیں ہے۔

اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تقلیدِ حقیقی میں مقلد کے پاس بالکل کسی بھی طرح کی دلیل نہیں ہوتی اور اس کا مدار مطلقاً فقدانِ دلیل پر ہوتا ہے تو واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہلِ اجماع کی طرف رجوع تقلیدِ حقیقی نہیں، کیونکہ یہاں حجتِ شرعیہ (قولِ رسول وقولِ اہل اجماع) اجمالی طور پر موجود ہے۔ گوکہ ہمیں قولِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قولِ اہلِ اجماع کی دلیل جزئی نہیں معلوم ہے۔

یوں ہی عامی غیر مجتہد کا مفتی مجتہد کی طرف رجوع اور قاضیٔ شریعت کا عادل گواہوں کی طرف رجوع اور ان کا مفتی وگواہوں کے قول پر عمل تقلید نہیں ہے، نہ تو رجوع تقلید ہے اور نہ ہی اس کے بعد عمل کا اس سے کوئی علاقہ ہے۔ کیونکہ نص شارع نے یہ رجوع پھر عمل ان پر واجب فرما دیا ہے تو یہ عمل دلیلِ شرعی پر ہوا، گوکہ یہ دلیل جزئی نہیں اجمالی ہے۔ یہ ہے تقلید کی حقیقت (یعنی دلیلِ شرعی کلی پر عمل) لیکن عرفاً اسے تقلید اور عامی کو مجتہد کا مقلد کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے مجتہد کی دلیلِ جزئی تفصیلی کا عرفان نہیں حاصل ہوتا، حالانکہ وہ مجتہد کی طرف رجوع اس لئے کرتا ہے کہ شریعت نے اسے اس کی طرف رجوع اور اس کے قول پر عمل کا حکم دیا ہے، تو یہ عمل ورجوع دلیل کی بناء پر ہے، بلا دلیل نہیں ہے۔ اور یہ اصطلاح اسی صورت کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور اہلِ اجماع کے قول پر عمل کو عرفاً تقلید نہیں کہا جاتا۔

اس اقتباس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ مقلد کتاب وسنت کے دلائل اجمالیہ کلیہ کی روشنی میں اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے جو محض عرفاً تقلید ہے اور شرعاً وہ تقلید نہیں بلکہ

کتاب وسنت کا اتباع اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔

ہاں اگر عام آدمی اپنے جیسے عام آدمی کی تقلید کرے جیسے غیر مقلد عوام اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں تو یہ تقلید حقیقی ہے اور یہی حرام ہے کیونکہ یہ مولوی مجتہد نہیں ہوتے بلکہ اجتہاد کے مقام سے بہت دور ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی عامی ہوئے، گو وہ اپنے منہ سے کچھ بھی دعویٰ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کون کون مجتہد آج قابل تقلید ہیں:

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جن ائمہ مجتہدین کا مذہب موت وحیات کے تمام شعبوں میں مدون، محفوظ اور بہ روایاتِ متواترہ یا مشہورہ منقول ہے اور یہ خوبیاں صرف چار مشہور مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں چار مذاہب کی تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے۔ لہٰذا اب کوئی ایسا مذہب اختیار کرنے کی اجازت نہیں جو ان چاروں مذاہب کے سوا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جنہیں غیر مقلدین بھی اپنی سند میں پیش کرتے ہیں اپنے رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

"اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحةً عظيمةً وفی الإعراض عنها كلها مفسدةً كبيرةً ونحن نبيّن ذلک بوجوه. احدها ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف فی معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلک على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا فی كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلک لان الشريعة لا تعرف الا بالنقل والاستنباط والنقلُ لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة عمن قبلها بالاتصال ولا بُد فی الاستنباط من ان يعرف مذاهب المتقدمين لئلا يخرج من اقاويلهم يخالف الاجماع ويبنی عليها ويستعين فی ذلک بمَن سبقه لان جميع الصناعات كالصرف والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة

والصياغة لم يتيسر لاحد الا بملازمة اهلها وغير ذلك نادر بعيد لم يقع وان كان جائزا في العقل واذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلا بد من ان يكون اقوالهم التي يعتمد عليها مروية بالاسناد الصحيح او مدونة في كتب مشهورة وان يكون مخدومة بان يبين الراجح من محتملاتها ويخصص عمومها في بعض المواضع ويقيد مطلقها في بعض المواضع ويعلل احكامها و الا لم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب في هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة۔"

"مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی عظیم مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے، ہم اس کو چند طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اول: یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، لہٰذا تابعین نے اس بارے میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر، اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا۔ اور اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ شریعت نقل اور استنباط کے بغیر نہیں پہچانی جاسکتی اور نقل نہیں درست ہوگی مگر اسی طرح کہ ہر طبقہ اپنے پہلے والوں سے براہِ راست علمِ شریعت حاصل کرے اور استنباط کے لئے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ باہر ہونا خرق اجماع ہے۔ اور تاکہ انہیں اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لئے کہ تمام صنعتیں مثلاً سناری اور طب اور شعر اور لوہاری اور تجارت اور رنگ ریزی کسی کو بھی میسر نہیں ہوئی مگر اس کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے اور بغیر اس کے بہت نادر، غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے اور جب یہ متعین ہوگیا کہ (شریعت کی معرفت) میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسنادِ صحیح کے ساتھ مروی ہوں، یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں، نیز علماء نے ان کی خوب شرحیں لکھی ہوں، ان پر حواشی تحریر کئے ہوں۔ ان میں جو کلمات مختلف امور کا احتمال رکھتے ہوں ان میں راجح، مرجوح کو واضح کر دیا ہو، بعض مقامات پر عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید بھی فرما دی ہو جب کہ

مخصوص اور مقید احکام کو عام اور مطلق کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہو۔ ساتھ ہی متضاد اقوال کی تطبیق کر دی گئی ہو۔ اور احکام کی علتیں بھی بیان کر دی گئی ہوں، ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور اس زمانے میں کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ سوائے ان چاروں مذاہب کے موصوف نہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذاہبِ اربعہ کو اختیار کرنے کے دوسرے مصالح اور ان سے انحراف کے مفاسد کو بھی بیان فرمایا ہے، جو مختصراً یہ ہیں، رقم طراز ہیں:

''وثانيها: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم: ''اتبعوا السواد الاعظم'' ولما اندرست المذاهب الحقة إلا هٰذه الأربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم والخروجُ عنها خروجاً عن السواد الأعظم.

وثالثها: انّ الزمان لـمّا طال وبَعُدَ العهدُ وضيّعتِ الأمانات لم يجز أن يعتمد علىٰ أقوال علماء السوءِ من القضاة الجورة والمفتين التابعين لأهوائهم...... ولا على قولِ من لا ندرى هل جمع شروط الاجتهاد أو لا. اه ملخصاً۔''

''دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سوادِ اعظم کا اتباع کرو'' اور جب سوائے ان چار مذاہب کے دوسرے فقہی مذاہب باقی نہ رہے تو اب انہیں کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے اور ان سے انحراف سوادِ اعظم سے انحراف ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ زمانہ اسلام دراز ہو چکا ہے اور عہدِ رسالت سے دوری ہو چکی ہے اور امانتیں ضائع ہو گئیں تو خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے علمائے سوء کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں، نہ ہی اُس فقیہ کے قول پر اعتماد جائز ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ شرائطِ اجتہاد کا جامع ہے۔ (عقد الجید)

ان عبارات کا خلاصہ بقدرِ حاجت یہ ہے کہ مذاہب سلف پر اعتماد ضروری ہے اور ان کے مذاہب کے سوا کوئی اور مذہب اختیار کرنا خرقِ اجماع ہے جو ناجائز ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کا علم حاصل کیا جائے اور انہیں پر اعتماد کیا

جائے۔ مذاہب کے قابل اعتماد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسنادِ صحیح کے ساتھ مروی ہوں، مشہور کتابوں میں مدون، نیز منقح ہوں اور آج مذاہب اربعہ کے سوا کوئی دوسرا مذہب اس طور پر مدون منقح اور مروی نہیں ہے۔ اس لئے انہیں چار مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید پر امت کا اجماع ہے اور اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، انڈیا)

ہارون آٹوز

پاک اسٹار موٹر سائیکل

Shop No.2, Ruby Arcade

A.M. 20, Akbar Road Karachi

Tel. 021-4214756

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضل القمرِ علی سائرِ الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدیث شریف)